معاشرتی برائیوں کا مقابلہ حسن سے کریں۔خالی برائیوں کو دور کرنے کا کوئی تصور نہیں اور نہ خلا ہوا کرتا ہے۔خلاؤں کو بھرنے کا تصور ہے نیز اہالیان ربوہ کو خصوصیت سے نصائح۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

گزشتہ دو خطبوں سے جو مضامین کا سلسلہ میں نے شروع کیا ہے اس کا تعلق معاشرتی برائیوں سے ہے۔جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا معاشرتی برائیاں ماحول میں جب اونچی سطح تک پہنچتی ہیں تو ان کا درمیان میں ایسے خطوں سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو ان برائیوں سے عاری ہوں۔جب سطح بلند ہوتی ہے تو پھر اچھل اچھل کر پانی کناروں سے ایسی جگہ میں بھی گرتا ہے جو اس سے پہلے پانی سے محفوظ تھیں۔اسی طرح درجہ حرارت کا حال ہے۔یہ قدرتی عوامل ہیں جن کے خلاف بیدار مغزی سے ہوشیار رہتے ہوئے انسدادی کارروائیاں کرتے رہنا چاہئے۔

معاشرتی برائیاں جو آج دنیا میں پھیل رہی ہیں یہ یوں تو بہت کثرت سے ہیں اور ہر ایک کا نام لے کر اس کا تفصیلی ذکر یہاں نہیں کیا جا سکتا۔مشرق میں بھی یہ برائیاں ہیں اور مغرب میں بھی لیکن نوعیتیں حالات کے مطابق بدل جاتی ہیں۔بعض چیزیں جو یہاں برائیاں سمجھی جاتی ہیں وہ وہاں نسبتاً کم برائی سمجھی جاتی ہے۔بعض چیزیں جو وہاں برائیاں سمجھی جاتی ہیں یہاں کوئی بھی ان چیزوں کو

برائی کے طور پر نہیں دیکھتا۔ مثلاً جھوٹ ہے۔ ابھی تک اس معاشرے میں جھوٹ کے خلاف ایک نفرت موجود ہے اور جھوٹ بالعموم اس معاملے میں نہیں بولا جاتا۔ تو تیسری دنیا کے ممالک میں جن میں بدقسمتی سے ہندوستان اور پاکستان بھی شامل ہیں جھوٹ ایک روزمرہ کی عادت بن چکا ہے۔ ایک ایسی روزمرہ کی عادت جس کو کوئی نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ گویا کہ ایک معاشرے کا طبعی حصہ بن چکا ہے۔ اس کے برعکس بعض ایسی برائیاں ہیں جو یہاں چونکہ اس کثرت سے پیدا ہو چکی ہیں اور بہت آگے بڑھ گئی ہیں کہ ان کو اب برائیاں سمجھا نہیں جاتا، جنسی بے راہ روی ہے اور مرد اور عورت کا بے تکلف اور بے روک ٹوک اختلاط ہے۔ اس سے ملتی جلتی اس سے تعلق رکھنے والی اور بہت سی باتیں ہیں، شراب نوشی ہے۔ یہ سارے امور ایسے ہیں جو اس معاشرے میں جو مغرب کا معاشرہ کہلاتا ہے اس میں یہ باتیں نہ برائی سمجھی جاتی ہیں نہ ان کے خلاف کسی تحریک کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ برائیاں بڑی دیر سے اس معاشرے میں قائم ہو کر آگے بچے دے چکی ہیں اور ان برائیوں کے بچے ان برائیوں سے بہت زیادہ خوفناک صورتیں اختیار کر چکے ہیں۔ اس لئے ان کو وہ انتہائی صورت برائی کے طور پر دکھائی دیتی ہے جو ان برائیوں کی آخری شکلیں ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں یہ چیزیں ابھی نفوذ پکڑ رہی ہیں۔ اس لئے ابھی تک باوجودیکہ اب حالت بعض علاقوں میں بہت خراب ہو چکی ہے پھر بھی یہ برائیاں برائیاں ہی سمجھی جاتی ہیں۔

سب سے اہم بات اس سلسلہ میں یہ بتانے والی ہے کہ جماعت احمدیہ کو ان برائیوں کے انسداد کے لئے قائم کیا گیا ہے اور جب تک ہم اس معاملے میں ایک جارحانہ رویہ اختیار نہ کریں ہم اپنے آپ کو ان برائیوں سے بچا نہیں سکتے۔ جارحانہ رویہ اختیار کرنے کے متعلق یعنی اس سے پہلے ایک دو سال قبل بعض خطبوں میں جماعت کو نصیحت کی تھی کہ برائیوں کے خلاف جہاد صرف اندرونی طور پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ ماحول کی برائیاں دور کرنے کی کوشش بھی ضروری ہے۔ اگر آپ ماحول کی برائیوں سے غافل ہو جائیں اور یہ سمجھیں کہ غیر ان بیماریوں میں مبتلا ہیں تو یہ طریق عمل خودکشی کے مترادف ہوگا۔ جب تک ہم اس نظر سے معاشرے کی برائیوں کو نہ دیکھیں کہ یہ بدیاں دور کرنا ہمارا کام ہے خواہ اپنوں میں ہو یا غیروں میں ہیں ہم اس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ہم نے برائیوں کو دور کرنا ہے اس وقت تک ان بدیوں سے ہم خود بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

اس مضمون پر میں احادیث نبوی کی روشنی میں پہلے تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں۔ آج میں خاص طور پر بعض برائیوں کا ذکر کر کے بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک میرا علم ہے یہ برائیاں احمدی معاشرے میں بھی نفوذ پا چکی ہیں اور سُرعت کے ساتھ داخل ہو رہی ہیں۔

جو خبریں پاکستان سے ملتی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ شہروں میں تو اس پہلو سے بعض جگہ یورپ کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ بعض امیر حلقوں میں یہاں تک بات آگے بڑھ گئی ہے کہ باقی ملک جن کو برائیاں سمجھتا ہے ان حلقوں میں اب وہ برائیوں کے طور پر دیکھی نہیں جاتیں کیونکہ ان کے ساتھ ان برائیوں سے میل جول ہو گیا ہے، بے تکلفی ہوگئی ہے، اب وہ غیر دکھائی نہیں دیتیں، وہ معاشرے کا جزو بنتی چلی جا رہی ہیں۔

اس پہلو سے احمدی حلقوں میں خصوصیت سے یہ فکر کرنی چاہئے کہ ہم کب تک ان جزیروں کی صورت میں ان علاقوں میں رہ کر ان سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جب تک جیسا کہ میں نے کہا ہے جارحانہ اقدام نہ کریں اور تمام معاشرے میں بطور مذکران برائیوں کے خلاف عام نصیحت نہ شروع کر دیں اس وقت تک درحقیقت ہم اپنے آپ کو ان بدیوں سے بچا نہیں سکتے۔ ہم یہ نہیں کر رہے جہاں تک میرا علم ہے جماعت احمدیہ کی کوششیں جماعت احمدیہ کے دائرے تک ہی محدود ہیں لیکن غیر یہ کر رہے ہیں اور بالارادہ سکیمیں بنا کر جماعت احمدیہ کے نوجوانوں میں بدیاں داخل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ سب سے زیادہ ربوہ کو اس سازش کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جہاں تک مجھے اطلاعیں ملتی ہیں اور یہ اطلاعیں صرف جماعت احمدیہ کی طرف سے نہیں بلکہ باہر سے بھی ملتی ہیں۔ جب میں پاکستان سے رخصت ہو کر یہاں آیا اس کے بعد باقاعدہ سازش کے طور پر بڑی سطح پر ایسی سکیمیں تیار کی گئیں کہ جن کے نتیجہ میں ربوہ میں بعض بدیاں داخل کرنے کی عملاً کوشش شروع ہوگئی۔ چونکہ بروقت ہمیں ان باتوں کا علم ہو گیا اس لئے دفاعی کوششیں بھی ساتھ جاری رہیں لیکن جو لوگ منظّم طریق پر اور پیسے کی مدد کے ساتھ اور حکومت کی سرپرستی میں اس قسم کے اقدامات کرتے ہیں ان کے ذرائع بہت وسیع ہوتے ہیں اور چونکہ بعض برائیاں ایسی ہیں جو طبعی کمزوری کے طور پر بڑی جلدی انسانی عادتوں میں راہ پا جاتی ہیں۔

اس لئے جہاں تک ظاہری مقابلے کا تعلق ہے جسے کہتے ہیں Odds ہمارے خلاف ہیں

اوران کواس معاملے میں بہت سی فوقیت حاصل ہے۔نیکی پیدا کرنا Uphill Task کہلاتا ہے۔ یعنی جس طرح اونچی سطح کی طرف چڑھنا اور کوشش کرنا بہت محنت چاہتا ہے اور ہمت چاہتا ہے اور صبر چاہتا ہے۔اس کے برعکس نیچے کی طرف بہنا ایک طبعی امر ہے اور اس کے لئے کسی غیر معمولی جدو جہد کی ضرورت نہیں لیکن اگر منصوبہ بنا کر نیچے کی طرف رخ کرنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر بات ہے کہ تمام عوامل اس کوشش کو کامیاب بنانے میں مددگار ہوں گے۔ پس اس پہلو سے ہمارا کام بہت مشکل ہو جاتا ہے لیکن بہر حال ہم نے یہ کرنا ہے اور ہر قیمت پر اپنے نوجوانوں کو ان بدیوں سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔

جو بدیاں بالخصوص اس وقت مجھے راہ پاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ان میں آوارگی سب سے پہلی چیز ہے۔آوارگی سے مراد ہے اپنے ذہن کو بعض عیاشیوں کے لئے آمادہ کر لینا اور اجازت دے دینا اور پھر ان عیاشیوں کی تلاش میں سرگرداں پھرنا۔ ہمارے ملک میں یہ بیماری خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔اس لئے کہ وہاں بدارادے کے باوجود عیاشی کے ذریعے اتنی آسانی سے میسر نہیں ہیں۔مغربی ممالک میں بدارادے کے ساتھ ہی عیاشی کے ذرائع بھی نسبتاً آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔اس لئے جس چیز کو ہم اپنی زبان میں آوارگی سمجھتے ہیں وہ وہاں اور معنی رکھتی ہے اور یہاں اور معنی رکھتی ہے۔ وہاں آوارگی اس طرح دکھائی دے گی کہ نوجوانوں کی ٹولیاں آپ کو بے مقصد، بے وجہ بازاروں میں اور پبلک جگہوں میں گھومتی پھرتی دکھائی دیں گے اور باوجود اس کے کہ ان کا کوئی خاص ارادہ کہیں ڈاکہ ڈالنے کا نہیں ہوتا، کسی لڑکی کو چھیڑنے کا نہیں ہوتا لیکن ایک اندرونی بے چینی ان کے اندر دکھائی دیتی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ کچھ ان کو ملے، وہ چاہتے ہیں کسی طرح وہ کوئی تسکین حاصل کریں۔اس لئے وہ آپس میں خوش گپیاں کرتے ہوئے ایک دوسرے کو بعض ایسے دلچسپ فرضی یا حقیقی واقعات سناتے ہوئے جن سے طبیعتیں خاص طرف میلان اختیار کر لیں۔بعض قسم کی خواہشیں بیدار ہوں اور زیادہ طبیعت میں جوش مارنے لگیں ایسے قصے کرتے ہوئے وہ پھرتے رہتے ہیں اور جب یہ گروہ زیادہ قوت پکڑ جاتے ہیں پھر دوسرے واقعات بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر آوازیں کسنا گزرتی ہوئی بچیوں کے اوپر یا اس سے بڑھ کر بعض اور غلط منصوبے بنا کر ان پر عمل درآمد بھی شروع ہو جاتا ہے۔

تو آوارگی ایک ایسی چیز ہے جو ایک بیدار مغز انسان کو صاف سڑکوں پر کھلی کھلی دکھائی دے دیتی ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی ارادۃً اپنی آنکھیں بند کر لے۔ یہ ایسی بیماری نہیں جو دکھائی نہ دے اور سمجھ نہ آسکے۔ اگر چہ اس پر معین ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ امور عامہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ آپ یہاں کیوں پھر رہے ہیں۔ لڑکے کہیں گے ہاں ہم پھر رہے ہیں آپ کو اس سے کیا۔ مگر سمجھنے والا انسان سمجھتا ہے کہ معاشرے میں ایک بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ ایک لذت کی تلاش ہے ایک تسکین کی جستجو لگ گئی ہے جو ان نو جوانوں کو میسر نہیں آرہی۔

اس کے بعد ان میں سے کچھ طبقے پھر معین لذتوں کی تلاش میں الگ الگ یا دو دو یا تین تین کی صورت میں گھومتے پھرتے ہیں، بعض جگہ اڈے بناتے ہیں اور عموماً یہ اڈے آپ کو بازاروں میں دکھائی دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے جو بازاروں کے خلاف نفرت کا اظہار فرمایا وہ دراصل اسی وجہ سے ہے۔ آوارگی کا بازاروں سے ایک عام تعلق ہے اور گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ General Merchants کی دکانیں ہیں یا ویڈیوز بیچنے والی یا کیسٹس بیچنے والی دکانیں ہیں یا تصویریں اتارنے والی دکانیں ہیں یا ریسٹورنٹس ہیں۔ ان سب جگہوں میں پھر عموماً یہ لوگ راہ پا کر وہاں موقع کی تلاش میں رہتے ہیں تا کہ کوئی اور بگڑا ہوا مزاج اگر وہاں ہاتھ آجائے تو اس کے ذریعے پھر اپنے بد تعلقات کو آگے بڑھائیں۔ یہ چیز بھی ایسی ہے جو شاید اس سطح پر معین جرم کے طور ظاہر نہیں پر لیکن جو منتظمین ہیں جن کے سپرد معاشرے کی تربیت ہے وہ اگر آنکھیں کھول کر ان باتوں کو دیکھیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ چیزیں مخفی پھرتی ہیں۔ سرِ عام آپ کو یہ باتیں ہوتی دکھائی دیں گی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ بعض بچیاں بھی بے احتیاطی کے ساتھ بعض دکانوں میں کثرت سے جاتی ہیں اور بے وجہ وہاں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا بعض لوگ بعض قسم کی فلمیں خریدنے کے لئے یا کرائے پر لینے کے لئے بعض آڈیو ویڈیو دکانوں پر کثرت سے جاتے ہیں اور پھر کسی جگہ انہوں نے اڈے بھی بنائے ہوئے ہوں گے جہاں جا کر وہ ان کو دیکھتے ہیں۔

اسی طرح اور بہت سی باتیں گو سطح سے نیچے چلتی ہیں لیکن ان کی علامتیں سطح سے باہر پھر رہی ہوتی ہیں اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک سمجھدار انسان ان باتوں کو دیکھ کر معلوم نہ کر سکے کہ کیا ہو رہا ہے۔ جب اس سے نظر غافل ہو جاتی ہے تو پھر یہ بیماریاں اور رخ اختیار کر لیتی ہیں۔ ایسے لوگوں میں

Drug Addiction کے پھیلانے کے احتمالات بہت زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر تو طبعی طور پر یہ عوامل آگے بڑھ رہے ہوں تو اس میں وقت لگتا ہے اور تیزی کے ساتھ معاشرہ خراب نہیں ہوتا لیکن اگر اس صورتحال پر بعض فتنہ پرداز گہری نظر رکھتے ہوئے ان برائیوں کو بیرونی مدد دے کر آگے بڑھانے کی کوشش کریں تو پھر خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ معاشرہ بڑی تیزی سے ان بدیوں کا شکار ہو جائے۔

چنانچہ چند سال پہلے بھی میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ یہ منصوبہ ایک جگہ بنایا گیا کہ ربوہ کے نوجوانوں کو نشہ آور دواؤں کا عادی بنالیا جائے اور اس کے لئے ان کو شروع میں مفت ایسی چیزیں مہیا کی جائیں پھر جب وہ ان کے عادی بن جائیں پھر ان سے رفتہ رفتہ یہ حسن سلوک جس کو وہ سمجھتے ہیں اس کا ہاتھ کھینچا جائے اور ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ پیسے مہیا کریں ان چیزوں کے لئے۔ پھر اس کے نتیجہ میں چوریاں شروع ہوں گی، ڈاکے شروع ہوں گے۔ ایسے گروہ بن جائیں گے جو ہر قیمت پر روپیہ حاصل کر کے اپنی اس عادت کو تسکین دینے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ان اطلاعوں کی توثیق بعض دفعہ اس طرح بھی ہوئی کہ بعض خواتین نے مجھے خط لکھا کہ ہمارا بچہ پہلے تو بے باک ہوا تھا اب حالت یہ ہے کہ گھر کے پیسے چوری نہیں بلکہ زبردستی چھین لے کے جاتا ہے اور بعض دفعہ چاقو دکھا کر بھی جب مجھے اکیلا پاتا ہے تو ڈراتا ہے کہ میں تم پر حملہ کر دوں گا یا تم سے سختی کروں گا جس قسم کی بھی اس سے ممکن ہے مگر ہر طرح تم نے مجھے پیسے ضرور مہیا کرنے ہیں۔ ایسی مائیں بھی ہیں جو ایسی اطلاع دے دیتی ہیں لیکن بہت سی ایسی مائیں بھی ہوں گی جو اطلاع نہیں دیتیں۔ جو سمجھتی ہیں کہ ہماری عزت پر حرف آئے گا یا اپنے بچوں کی محبت میں اندھی ہو چکی ہوتی ہیں اور ان پر وہ پردے ڈالتی ہیں۔ بعض مائیں ہیں جو بچوں کے باپ کو بتا دیتی ہیں، بعض ان سے بھی مخفی رکھتی ہیں یہاں تک کہ بیماری حد سے بڑھ جاتی ہے۔

بہر حال جب ان باتوں کی اطلاعیں ملنی شروع ہوئیں تو جس حد تک بھی ممکن تھا ان کے خلاف انسدادی تدابیر اختیار کی گئیں لیکن اس وقت جو انسدادی تدابیر میرے ذہن میں ہیں ان کا تعلق پکڑ دھکڑ سے نہیں ہے۔ میرے ذہن میں جو امور عامہ کا تصور ہے یا امور عامہ سے مراد صرف نظارت امور عامہ نہیں ہر جماعت میں امور عامہ کا شعبہ قائم ہے۔ وہ سیکرٹری جن کا ان کاموں سے تعلق ہے وہ سب اس وقت میرے مخاطب ہیں۔ آپ کا کام یہ نہیں ہے کہ آپ

انتظار کریں کہ یہ بیماریاں بڑھ جائیں اور ضرر رساں اس حد تک ہو جائیں کہ ساری سوسائٹی ان کا دکھ محسوس کرنے لگے۔ جو ملوث ہیں وہ تو تکلیف اٹھائیں گے بہر حال، جو ماحول ہے بعض دفعہ وہ بھی متاثر ہو کر تکلیف اٹھانے لگ جاتا ہے۔ اس وقت پھر اچانک بعض جگہ بیداری پیدا ہوتی ہے اور کہتے ہیں ان کے خلاف کاروائی کی جائے۔ ان کو جماعت سے نکالا جائے ان کو پولیس میں دیا جائے اور کئی قسم کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں مگر وہ وقت دراصل اصلاح کا وقت نہیں ہوا کرتا۔ اس وقت معاملہ ہاتھ سے گزر چکا ہوتا ہے۔ اسلام کا جو تصور قرآن کریم نے پیش کیا اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اپنی سیرت میں عملی نمونہ کے طور پر دکھایا وہ عام دنیا کے مواخذہ کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ وہاں برائیاں ابھی جڑ بھی نہیں پکڑ چکی ہوتیں کوشش کر رہی ہوتی ہیں تو ان کے خلاف انسدادی کاروائی شروع ہو جاتی ہے اور تمام تذکیر کا نظام جو قرآن میں ملتا ہے اور جس کو ہم نے سنت کی شکل میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سیرت میں جاری دیکھا ہے وہاں آپ کو پھل کا انتظار کرتے ہوئے لوگ دکھائی نہیں دیں گے یعنی کڑوے پھل کا انتظار کرتے ہوئے لوگ دکھائی نہیں دیں گے۔ آپ کو ایسے مدبر دکھائی دیں گے جو یہ نظر رکھتے ہیں کہ بیج کہاں گرا ہے اور وہ کون سی زمین ہے جو اس کو نشو ونما دینے کے لئے آمادہ دکھائی دیتی ہے اور وہاں سے اس کی بیخ کنی کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا یہ برائیاں نیت پر حملہ کرتی ہیں اور پہلے نیتیں بگڑا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں متنبہ فرمایا کہ سب سے پہلے اپنی نیتوں کی فکر کرو۔ اگر تمہاری نیتیں بدل گئیں تو پھر معاملے کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ کئی قسم کی حسین خوبصورت واضح مثالیں دے کر آنحضرت ﷺ نے سمجھایا کہ دل جب ایک طرف رخ کرنے کا فیصلہ کر لیا کرتا ہے تو ظاہر میں جسم کا رخ کسی اور طرف بھی دکھائی دے تب بھی بالآخر بات وہیں پہنچے گی جہاں دل نے فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے ایک بات سب سے پہلے کھول کر ہمیں اپنے پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دو ہی رخ ہیں جن کو ہم نے اپنے لئے اختیار کرنا ہے ایک وہ جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا رخ ہے جس کے آپ قافلہ سالار ہیں، جن کے پیچھے قدم بڑھاتے ہوئے ہم نے آگے خیرات کی طرف بڑھنا ہے اور ایک وہ رخ ہے جو دنیا پرستی کا رخ

ہے۔اس لئے جس معاشرے میں نیتیں دنیا پرستی کی طرف مائل ہو جائیں وہیں سے خرابی کا آغاز شروع ہو جائے گا۔ وہ بالآخر وہیں پہنچیں گے جہاں اس سے پہلے دنیا پرست لوگ پہنچتے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ

تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(درثمین صفحہ:۱۷)

پس اگر رخ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی جانب رہے تو لازماً ہر قدم نیکی کی طرف اٹھے گا، برائیاں ہوتے ہوئے بھی اس سفر کے دوران برائیاں جھڑنی شروع ہو جائیں گی۔نیکیوں سے عاری ہوتے ہوئے بھی ہر منزل پر آپ اپنے دامن کو پہلے سے زیادہ نیکیوں سے مزین اور مرصّع پائیں گے۔

پس رخ کی طرف توجہ دینا بہت ہی اہم کام ہے۔ ایسے لوگوں کی نیتیں درست کرنا اور مشورے اور محبت کے ذریعے اور راہنمائی کے ذریعے ان کو سمجھانا یہاں سے دراصل ہمارا جہاد شروع ہوتا ہے۔ انتظار کرتے رہنا کہ جرم حد سے بڑھ کر ایک بھیانک شکل اختیار کرے پھر اس پر انسدادی کارروائیاں تو ہو نہیں سکتیں۔تعزیری کارروائیاں شروع کی جائیں یہ ہمارا کام نہیں ہے نہ ہمارا یہ مسلک ہے۔ ہم نصیحت کرنے والوں کی جماعت ہیں اور نصیحت کرنے والی جماعت کو کچھ دوسروں پر فوقیت بھی حاصل ہوتی ہے کچھ اس کی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ نصیحت ہر منزل پر یکساں اثر نہیں کیا کرتی۔ نصیحت چونکہ زیادہ تر انسدادی کاروائی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے بیماری ابھی آغاز میں ہو تو نصیحت کو اس کے اوپر بہت زیادہ رسوخ حاصل ہوتا ہے۔ بہت زیادہ قوت حاصل ہوتی ہے اور جب بڑھ جاتی ہے تو جتنی بیماری بڑھتی ہے اتنی نصیحت نسبتاً کمزور اثر دکھانے لگتی ہے۔

پس بد ہو جانے والے لوگوں کو آپ نیکی کی طرف بڑھائیں گے تو بہت کم اثر پڑے گا لیکن وہ جو بدی کی طرف رخ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں ان کو اس وقت سمجھانا اور روک لینا یہ نسبتاً بہت آسان ہے۔ اس لئے شروع سے ہی ان امور کی طرف توجہ ضروری ہے اور پھر اس طریق پر توجہ چاہئے جو طریق قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود:۱۱۵) پھر فرمایا اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (حم السجدۃ:۳۵) پھر فرمایا اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃَ ؕ

(المومنون: ۹۷) کہ دیکھو حسنات بدیوں کو دور کر دیا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا نیکیوں کے ذریعے مقابلہ کرو۔ پھر فرمایا نیکیوں کے ذریعے بدیوں کا مقابلہ کرو۔

حسنات سے کیا مراد ہے؟ یہ ایک بہت ہی حسین لفظ ہے اور بہت ہی وسیع معنی رکھتا ہے۔ اس مضمون میں سب سے پہلے تو یہ بات داخل ہے کہ آپ بدیوں کا مقابلہ درشتی اور سختی سے نہیں کر سکتے بلکہ حسن کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ آپ کے اندر کشش ہوگی تو بدیوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ آپ کے مزاج میں اگر تیزی اور سختی ہوگی اور خشونت پائی جائے گی تو آپ درحقیقت مذکر بننے کے اہل نہیں رہتے۔ اس لئے جب آپ ان معاشرتی بدیوں کو دیکھتے ہیں تو سب سے پہلے اپنی نیت کو درست کریں اور اپنی نیت میں حسن پیدا کریں اور ان لوگوں کا درد محسوس کریں جو برائیوں کا شکار ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف اگر نفرت دل میں پیدا ہوتی ہے اس نفرت کو دبائیں اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ اپنا ذہن اپنے دماغ کے محدود دائرے سے نکال کر دوسرے کے دماغ کے دائرے میں داخل کرنے کی کوشش کریں اور سوچیں کہ وہ کیوں یہ کر رہا ہے کیا عوامل ہیں جس نے ان باتوں پر اس کو مجبور کر دیا ہے، پھر حکمت کے ساتھ رفتہ رفتہ حسن دے کر اس کی بدیوں کے ازالہ کی کوشش کریں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے اس کی مثالیں میں آگے تفصیل سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلی چیز جو میں بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جب آپ کسی چیز کو پیدا ہوتے دیکھتے ہیں تو لازم ہے کہ اس کے عوامل پر غور کریں کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ ربوہ میں قائد خدام الاحمدیہ کے طور پر بھی رہا ہوں، مختلف جماعتی خدمتوں پر مامور رہا ہوں اور وقف جدید سے تعلق کی وجہ سے سارے پاکستان کے دیہات سے بھی اصلاحی رنگ میں میرا ایک تعلق رہا ہے۔ اس لئے اپنے تجربہ کی روشنی میں میں بعض باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ کئی قسم کے لوگ مجھے ملیں ہیں اس کام کے دوران۔ بعض لوگ ہیں وہ کہتے ہیں دیکھو جی! یہاں آوارگی پھیل گئی ہے، لڑکے اس طرح پھر رہے ہیں اور ان کی طبیعت میں بڑا غصہ اور اشتعال ہوتا ہے، کیا کر رہی ہے جماعت، کیا حال ہو گیا ہے سب کا، یہ نسلیں تباہ ہو گئی ہیں اور انجمن میں کچھ نہیں ہو رہا، وکلاء کچھ نہیں کر رہے، ان کو بس اپنی چائے پینے سے کام ہے اور پتا ہی کچھ نہیں کہ یہاں کیا حال ہو گیا ہے۔ اس قسم کے تبصرے بھی آپ کو سنائی دیتے ہیں۔ بعض اس قسم کے لوگ ہیں اس کے برعکس جو برائیوں کو دیکھتے ہیں اور خاموشی سے گھر میں چلے جاتے ہیں اور گھر میں

بیٹھ کر یہ باتیں کرتے ہیں کہ معاشرہ خراب ہو رہا ہے، کوئی حال نہیں رہا اور لوگ گندے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ نصیحت کے لحاظ سے بیکار اور بالکل بے معنی ہیں۔

سب سے پہلی بات اس ضمن میں سوچنے کے لائق یہ ہے کہ پہلے لوگوں کو بھی ان بیماروں سے تعلق کٹ گیا کیونکہ وہ نفرت کا شکار ہو گئے اور دوسری قسم کے لوگوں کا بھی ان بیماروں سے تعلق کٹ گیا کیونکہ وہ اس جدوجہد سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے گھروں کے آرام خانوں میں وہ گویا کہ بے نیاز ہو کر بیٹھ گئے کہ وہاں بازاروں میں کیا ہو رہا ہے۔ پھر ایسے تبصرے بھی آپ کو سنائی دیں گے کہ جی یہ لوگ وہاں بیٹھتے ہیں، وہاں بیٹھے ہیں، مجلسیں لگاتے ہیں اور ایسے تبصرے بھی سنائی دیں گے کہ ان کی مجلسیں توڑ دی جائیں، ان کو ربوہ سے نکال دیا جائے۔ ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے، ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے حالانکہ ایسے تبصرے کرنے والے بسا اوقات متمول لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے گھروں میں ایسی آسائشیں میسر ہوتی ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں مجلسیں لگاتے ہیں، راتوں کو دیر دیر تک بیٹھتے ہیں اور ان کے رشتہ دار وہاں اکٹھے ہوتے ہیں، چائے پی جاتی ہے، گپیں ماری جاتی ہیں، ہر قسم کے تبصرے ہوتے ہیں۔ ان کو وہ اپنی حالت دکھائی نہیں دے رہی ہوتی اور بازار میں کچھ غریب نوجوان دکھائی دے رہے ہوتے ہیں جو ان کے نزدیک نہایت آوارہ اور غیر ذمہ دار اور بے راہرو ہیں، ان کو کوئی حق نہیں کہ اکٹھے بیٹھیں کہیں۔ غور کرنا چاہئے، سوچنا چاہئے کہ آخر کیوں ایسا ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنے طبعی دلچسپیوں کے لئے کوئی نکاس کی راہ نظر نہیں آتی۔ ہر انسان میں ایک جذبہ ہوتا ہے کسی طرح وہ تسکین حاصل کرے لذت حاصل کرے اپنی تھکاوٹ کو دور کرے۔ اگر کسی کے گھر میں ایک کمرہ ہے، غریب کے گھر میں اور وہیں اس کے ماں باپ اور بہن بھائی رہتے ہیں تو اپنے گھر میں بیچارہ کیسے مجلسیں لگا سکتا ہے۔ وہ اپنے جیسے غریبوں کو لے کر باہر نکلے گا بازاروں میں کہیں برف والے کے پاس کھڑا ہو جائے گا، کہیں کباب کی دکان پر، کہیں کسی مٹھائی کی دکان پر، پھر وہاں سے گزرتے دیکھے گا عورتوں کو، لڑکیوں کو، کچھ پردہ دار ہوں گی کچھ نے بے احتیاطی کی ہوگی پھر ان پر اس کی نظریں پڑیں گی اور اس کی جو تعلیم اور تربیت ہے جو گھروں میں عموماً شروع ہوتی ہے اس کا پس منظر بھی آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اکثر ایسے نوجوانوں کے ماں باپ خود تربیت کے محتاج ہوتے ہیں اور معاشرے کی وجہ سے یا اقتصادی کمزوریوں کی وجہ سے یا تو انہوں نے تعلیم ہی حاصل

نہیں کی ہوتی یا ایسے گھروں میں پرورش پائی ہوتی ہے جہاں کرختگی روزمرہ کی عادت ہے۔ خاوند کی بیوی سے بدسلوکی، بیوی کی خاوند سے بدسلوکی۔ یہ روزمرہ وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ تو ایسے گھروں میں پلنے والے ان بچوں کو آپ محض قصوروار قرار دے کر رد کر دیں اور یہ سمجھ لیں کہ ناظر امور عامہ تھانے دار بن کر ہر وقت ان بچوں کے خلاف کارروائیاں کرتا رہے گا یا ان کو خدام الاحمدیہ پکڑ کے بدنی سزائیں دے گی یا اور کئی قسم کی ان کے خلاف تعزیری کارروائیاں کی جائیں گی۔ یہ درست بات نہیں ہے۔ آپ کی سوچ ہی بگڑی ہوئی ہے اس صورت میں۔ **اصلاح ہمدردی اور حسن سے پیدا ہوتی ہے قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے حسن کے بغیر برائی دور نہیں ہوسکتی** اور یہ ردعمل جس کی مثال آپ کے سامنے پیش کی ہے یہ حسین ردعمل نہیں ہے یہ ایک ظالم ردعمل ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے سب سے پہلے تو جو تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کی تربیت ضروری ہے ان کو خود اپنی تربیت کرنی چاہئے، اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھنا چاہئے کہ اس قسم کے جب وہ نظارے دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں ان بیچارے نوجوانوں کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے یا نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اگر نفرت پیدا ہوتی ہے تو وہ لوگ خود بیمار ہیں ان بیچاروں کی کیا اصلاح کریں گے۔

پھر جب آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ویڈیوز لے کر جاتے ہیں ہندوستان کے گانوں کی فلمیں یا یورپ کی بعض فلمیں اور اکٹھے ہو کر کہیں دیکھتے ہیں تو بعض لوگوں کو آگ لگ جاتی ہے کس قدر تباہی پھیل گئی ہے، اڈے بنے ہوئے ہیں، امور عامہ کچھ نہیں کر رہی، خدام الاحمدیہ کچھ نہیں کر رہی، انصاراللہ کچھ نہیں کر رہی، صدران محلّہ بے پرواہ ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان میں سے جو متمول ہیں ان کے گھروں میں بھی ٹیلی ویژنز ہیں، ان کے گھروں میں بھی سہولتیں ہیں، ان کی کمزوریوں پر ان کے حالات نے پردہ ڈالا ہوا ہے، ان کی اقتصادی حالت نے پردہ ڈالا ہوا ہے اور وہ لوگ بھی گھر میں روزانہ ایسی باتیں کرتے ہیں اور ان سے زیادہ کرتے ہیں جن کو کبھی مہینے میں ایک دفعہ کوئی ویڈیو مل گئی بیچاروں کو۔ پھر وہ جب لوگ گزر رہے ہوتے ہیں گلیوں سے کہیں سے گانے کی آواز آرہی ہوتی ہے بعض لوگ مشتعل ہو جاتے ہیں کہ دیکھو جی! یہاں ربوہ میں گانے گائے جا رہے ہیں۔ اور بہت سے ایسے گھر بھی ہیں جو اتنے وسیع ہیں کہ ان کے گھروں سے گانوں کی آوازیں باہر نہیں جاتیں۔ بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ایسی نئی قسم کی بجلی کی مصنوعات میسر ہیں کہ کانوں میں اس کی ایک

تار کی ٹوٹی دے دی اور کسی کو بھی آواز نہیں جائے گی اپنے آرام سے بیٹھے جو مرضی سنتے رہیں۔**تو حقیقت پر نظر رکھے بغیر محض تنقید سے اصلاح نہیں ہوسکتی۔**

یہ ٹھیک ہے کہ گانوں کے اوپر کسی زمانے میں جماعت میں بہت سختی ہوا کرتی تھی اور بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جن کو قادیان کے وہ زمانے یاد آجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جی دیکھو! قادیان میں فلاں جگہ گانے کی آواز آئی تھی تو امور عامہ نے یہ کام کیا تھا ان کو گھروں سے نکال دیا تھا، ان کی دکانیں بند کرادی تھیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ کون سا ماحول تھا اور یہ کون سا ماحول ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تربیت یافتہ صحابہ کی نسلیں تھیں جن کے والدین نے اپنے گھروں میں سوائے تلاوت یا پاکیزہ نظموں کے کچھ بھی نہیں سنا ہوا تھا ان کی نسلیں جب نرمی اختیار کر رہی تھیں تو اس سے بہت اجنبیت پیدا ہوتی تھی ماحول میں اور جو ماحول دوسرا ہندوستان کے معاشرے کا تھا وہ بھی اتنا بد نہیں تھا۔ اب صورتحال اس سے بالکل مختلف ہے۔ ان میں سے بہت سے جو نوجوان آج ہمارے شہروں میں یا محلوں میں آباد ہیں جو احمدی بھی ہیں ان میں سے بھاری اکثریت ایسی ہے جنہوں نے اعلیٰ بزرگوں کی تربیت حاصل نہیں کی۔ ربوہ میں بھی اردگرد سے، صرف اردگرد سے نہیں بلکہ سارے پاکستان سے بلکہ اس سے باہر سے بھی بہت سے ایسے لوگ آباد ہوئے ہیں جا کر جن کا اپنا تربیتی پس منظر بہت کمزور ہے۔ ایسے لوگ جو مشرقی افریقہ سے وہاں گئے یا انگلستان سے گئے یا اور دوسرے ملکوں سے گئے انہوں نے اپنے ماحول میں اس سے بہت زیادہ گانے سنیں، رقص و سرور دیکھے، فلمیں روزمرہ چلتی دیکھیں اور ان کے نزدیک یہ کوئی برائی نہیں تھی۔ وہ یہ ساری چیزیں نہ سہی ان میں سے کچھ چیزیں لے کر ربوہ پہنچ گئے۔

پھر جیسا کہ میں نے بیان کیا اقتصادی بدحالی کی وجہ سے بہت سے آراموں سے یہ لوگ محروم ہیں۔ نہ ان کے گھروں میں پنکھے ہیں، نہ ان کے گھروں میں علیحدہ بیٹھنے کی جگہیں ہیں، نہ ان کو اچھا کھانا میسر ہے۔ ان بیچاروں کی عیاشی کی انتہا یہ ہے کہ اچھا گانا سن لیں اور جب وہ سنتے ہیں تو آپ ان کو ایسی غضب کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ تباہ ہو گئے ہیں یہ لوگ، ذلیل لوگ ہیں انہوں نے ساری دنیا کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور جماعت احمدیہ کے اوپر داغ لگ گئے ہیں، ان کو زبردستی جس طرح جلاد گندے عضو کو کاٹ کے پھینکتا ہے ان کو کاٹ کر اپنے معاشرے سے الگ کر دو۔ یہ غیر حقیقی

باتیں ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود ایک تصنّع کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور تصنع کی حالت میں سوچ رہے ہیں۔ان سب لوگوں کی مجبوریوں اور تکلیفوں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔وہ تکلیفیں اصل بیماریاں ہیں۔وہ ناداری کی حالتیں اصل بیماریاں ہیں۔ان معاملات میں آپ ان سے ہمدردی نہ رکھیں اور بیچارے اپنے معصومانہ رنگ میں تھوڑا سا بھی اپنے دل کی تسکین کا سامان پیدا کریں تو آپ **غیظ وغضب کا شکار ہو جائیں۔یہ ہے اصل بیماری روحانی جو آپ کو لاحق ہے اس لئے سب سے پہلے تو اصلاح کرنے والوں کو اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہئے۔**

ایک دفعہ مجھے یاد ہے ربوہ میں میں نے اپنی مجلس عاملہ کو کہا انصاراللہ میں تھا یا خدام الاحمدیہ میں، غالباً انصاراللہ کی بات ہے۔میں نے ان سے کہا کہ بہت سارے لڑکے ہیں بیچارے جو آوارگی کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں اوران کے متعلق روز شکایتیں کرتے ہیں تو کیوں نہ ہم یوں کریں کہ اپنے میں سے ہم اپنی ذمہ داری یہ کرلیں کہ ہم میں سے ہر ایک ایک یا دو یا یا تین کو خصوصیت کے ساتھ اپنا دوست بنانے کی کوشش کرے گا۔ان سے وہ تعلق رکھے گا،ان کے مسائل سنے گا،ان کے دکھوں کو اپنانے کی کوشش کرے گا،اپنا سکھ ان کے ساتھ بانٹنے کی کوشش کرے گا اور دیکھیں تو سہی کہ پھر کیا نظر آتا ہے۔چنانچہ ہم میں سے جس نے بھی اس نصیحت پر عمل کیا اس کی اپنی حالت بدل گئی۔ بعض نے مجھے بتایا کہ بڑے دردناک حالات ہیں۔ہم جب اس کے ساتھ بیٹھے چائے پہ بلایا اول تو وہ حیران رہ گئے کہ ہمارے تو لوگ منہ پہ تھوکا کرتے تھے کہ یہ کون خبیث انسان ہے اور یہ اچھا بھلا معزز شریف آدمی یہ اپنے گھر چائے پر بلا رہا ہے۔کہتے ہیں اسی احسان کے سلوک نے اس کی حالت بدلی ہے۔پھر جب اس کے حالات معلوم کئے تو پتا لگا یہ بہنوں کا حال ہے، یہ فلاں بھائیوں کا حال ہے، ماں باپ کی اس طرح ناچاقی ہے، یہ گھر میں غربت کا ماحول ہے، یہ تنگیاں ہیں۔تو بجائے اس کے کہ ایسے شخص سے وہ نفرت کرتے ان کے لئے ان کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی ،محبت پیدا ہوئی ان کے لئے کئی ایسے اقدامات کا موقع ملا جو اپنے کمزور بھائی کے لئے ایک نسبتاً متمول بھائی کیا کرتا ہے۔حسب توفیق انکی خدمت کی توفیق ملی ان کو اور بعض ایسے نوجوان تھے جن کے متعلق میرے رپورٹیں یہ تھیں کہ یہ اتنے گندے ہو چکے ہیں کہ اس لائق نہیں کہ ان کو ربوہ میں ٹھہرنے دیا جائے۔ ان کے اندر سے بڑے بڑے پیارے نوجوان پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

پس اصلاح کا جو منبع ہے وہ آپ کا دل ہے۔ آپ کے دل میں اگر حسن ہوگا تو آپ اصلاح کر سکیں گے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ سختی کے ذریعے بدی کو روکنے کا کہیں کوئی حکم نہیں ملتا۔ ہاں حسن کے ذریعے برائی روکنے کا حکم ہے۔ **حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ حسن کی آماجگاہ تھے۔ ایک حسن کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کو خدا نے یہ طاقت ودیعت کی تھی کہ ہر بدی پر اپنے حسن کی موجوں کے ذریعے غالب آجائے۔ پس ہم نے اگر حضرت محمد مصطفی ﷺ کا رخ اختیار کرنا ہے تو خیر امم بننا ہمارے مقدر میں ہے۔ ہم لازماً خیر امم بنیں گے اور اس سنت کی برکت سے ہم برائیوں پر غلبہ پا جائیں گے** لیکن اگر سنت مغرب کی اختیار کریں یا دنیا داروں کی اختیار کریں اور دعویٰ یہ کریں کہ ہم نے برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے تو یہ جھوٹی بات ہے۔ ایک حمقاء کی جنت ہے جس میں آپ بستے ہیں۔

اس لئے ان چیزوں کی طرف حکمت سے توجہ کریں اور مزید معلوم کریں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو ان نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں اور ان عوامل کو دور کرنے یا اچھے عوامل کے ذریعے ان کو Replace کرنے یعنی ان کو رفتہ رفتہ اس طرح دور کرنے کی توفیق پائیں کہ اچھی چیز دیں تب بری چیز باہر نکلے۔ **خالی برائیوں کو دور کرنے کا تو کوئی تصور قرآن کریم میں نہیں ہے۔ خلاؤں کو بھرنے کا تصور ہے۔ خلا پیدا کرنے کا کوئی تصور نہیں اور نہ خلا ہوا کرتا ہے دنیا میں حقیقت میں۔** بدی ہے وہ تب جگہ چھوڑے گی اگر کوئی اور طاقتور چیز اس کی جگہ داخل ہو جائے اور اس کو دھکیل کر باہر نکال دے گی اور قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ حسن میں یہ طاقت ہے اور حسین چیزوں میں یہ طاقت ہے کہ وہ بدیوں کو دھکیل کر باہر نکال دیں۔ اس لئے آپ کو ایسی طاقتور خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی اور ایسے طاقتور حسین ذرائع اختیار کرنے ہوں گے جن کے ذریعے بدیاں لازماً ان جگہوں کو چھوڑ جائیں جہاں آپ کا حسن داخل ہونا شروع ہو جائے۔

اس سلسلے میں میں نے کئی قسم کی بدیوں پر غور کیا مثلاً گانا بجانا اور اس قسم کی چیزیں ہیں آپ ساری دنیا میں یہ بات دیکھیں گے یہ صرف مشرق کی بات نہیں، پاکستان کی بات نہیں، ربوہ کی بات نہیں کہ رفتہ رفتہ مذاق بدل رہے ہیں اور مذاق زیادہ مادہ پرستی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جبکہ ایک شاعر کا کلام ایک انسان کے دل میں وہ جذبات انگیخت کر دیا کرتا تھا جو اب عام نغمے بھی

نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے پاپ میوزک کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مذاق بگڑے ہیں رفتہ رفتہ اور مادیت کی طرف زیادہ میلان ہوتا چلا گیا ہے۔ مذاق اگر لطیف ہوں تو ایک اچھا کلام، ایک اچھا ادب پارہ انسان کے دل میں اور دماغ میں ایسا تموج پیدا کر دیتا ہے کہ دنیا میں جو عام میوزک کے شیدائی ہیں، نغموں کے شیدائی ہیں وہ ان لذتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے مذاق کی صحت کی طرف اور درستی کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔ اگر آپ جائزہ لیں گے پاکستان کا مثلاً خصوصیت سے تو آپ وہاں بھی یہ محسوس کریں گے کہ پرانی نسلوں کا ادبی معیار بلند تر تھا۔ جو پہلے زمانے کے لوگ تھے یا بچے پڑھا کرتے تھے ان کے سکولوں میں بھی اور سکولوں سے باہر بھی ایک ادبی ذوق شوق کا ماحول تھا اور شعر و شاعری کا ماحول تھا۔ وہ شعر و شاعری اس زمانے میں بعض نیک لوگوں کو بہت ہی بری لگا کرتی تھی۔ وہ سمجھتے تھے یہ لڑکے تباہ ہو رہے ہیں شعر و شاعری کی وجہ سے لیکن آج کے ماحول میں اگر دیکھیں تو وہ شعر و شاعری کے ماحول میں پلنے والے لوگ یہ پاپ میوزک کے شیدائیوں کو پاگل سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں یہ تباہ ہو رہے ہیں۔ تو یہ نسبتی چیزیں ہیں اور ان کے عوامل پر آپ غور کریں تو آخری تان اس بات پر ٹوٹے گی کہ معاشرے کا مذاق بعض مطالبے کرتا ہے۔ **اگر آپ نے مذاق کی اصلاح نہ کی اور مطالبوں کی راہ میں کھڑے ہو گئے تو آپ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مذاق بلند کریں اور مذاق کے مطالبہ پورے کریں۔ یہ دو چیزیں اکٹھی ہونا ضروری ہے۔**

اب آپ یہاں انگلستان کے معاشرے کو دیکھ لیں اس کا مقابلہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے سے کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بھاری تعداد انگریزوں کی اس زمانے میں کتابیں پڑھنے کی عادی ہوتی تھی اور ان کا جو سکون کا تصور تھا وہ یہ تھا کہ جس شخص کو جب وقت ملتا ہے کتاب لے کر الگ بیٹھ جائے اور اگر شعروں کا شوق ہے تو شعروں کی کتاب لے لی، ادب کا شوق ہے تو ادب کی، ناول کا شوق ہے تو ناول اٹھا لئے لیکن پڑھنے میں لذت حاصل کرتا تھا۔ اب ایک بھاری فیصد تعداد ان لوگوں کی ایسی ہے جو صرف ٹیلی ویژن دیکھ کر لذت یابی کرتی ہے اور وہ لوگ جو باہر نہیں نکل سکتے جو گھروں میں بیٹھتے ہیں اب وہ زیادہ تر پڑھنے کی بجائے وہ ٹیلی ویژن کا سوئچ آن کیا اور بیٹھے نظارے دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر جس قسم کی تربیت ٹیلی ویژن ان کی کرتی ہے ان کی اس کے ساتھ ساتھ ہوتی چلی جاتی ہے۔ جو لوگ ادبی ماحول کی پیداوار ہیں ان کے دلوں کی لذت کا مقابلہ اگر آپ

ان لوگوں کے دلوں کی لذت سے کریں جو پاپ میوزک کی پیداوار ہیں تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پاپ میوزک والے زیادہ لذت اٹھا رہے ہیں۔ لذتوں کی نوعیت میں فرق پڑ جاتا ہے لیکن جس قسم کا ذوق ہے اس ذوق کو پورا کرنا ہی دراصل لذت ہے۔

تو اگر ہماری نسلیں بیمار ہو رہی ہیں تو ان کے مذاق کو درست کرنے، ان کے ذوق کو درست کرنے کی طرف توجہ بڑی ضروری ہے اور اس کے لئے بہت سے اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ آپ ان کے گانے بند کر دیں گے زبردستی اور گلیوں میں آوازیں بند ہو جائیں گی، اس سے بیماری دور ہو جائے گی یہ پاگل پن ہے۔ چیخیں مارتے ہوئے بیمار کے اوپر آپ لحاف ڈال دیں اور چیخیں آنی بند ہو جائیں اس کو تو علاج نہیں کہا جاتا۔ تکلیف دور کرنا ضروری ہے اس لئے بہتر مذاق پیدا کرنا نہایت اہم کام ہے۔ اس کے لئے میں نے بہت سے ذرائع سوچے ہیں جن کے متعلق انشاء اللہ میں ہدایتیں جاری کروں گا۔ بہر حال کام ایسا ہے جو وقت چاہتا ہے لیکن شروع بہر حال ہونا چاہئے اور ایسا کام ہے جس میں معاشرے کے **ہر طبقہ تک پہنچ کر اس کے ذوق کی اصلاح اور بہتر ذوق پیدا کر کے اس کے ذوق کی طلب کو پورا کرنے کے سامان کرنا یہ دراصل اصلاحی کارروائی ہے۔**

ہم شعر و ادب کی بات کر رہے تھے ایک زمانہ تھا قادیان میں مجھے یاد ہے جبکہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی شعروں کی کاپیاں بنایا کرتے تھے اور اس زمانہ میں غزلیں ان کاپیوں میں لکھنا یا محبت کے اشعار لکھنا اگر جرم نہیں سمجھا جاتا تھا تو رستے سے ذرا ہٹی ہوئی بات ضرور معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے ایسے نوجوان اپنی کاپیاں بعض دفعہ چھپا کے رکھا کرتے تھے کہ بزرگوں کو نظر نہ آ جائے کہیں کہ ہم نے کیا لکھا ہوا ہے اور مجھے یاد ہے ایک دفعہ میری کلاس میں بیٹھے ہوئے طالب علم کی کاپی تھی اس کو میں نے اٹھا کے دیکھا۔ میرا خیال تھا شائد اس میں کلاس کی باتیں ہوں گی تو اس پر ایک شعر تھا اس کا ایک مصرع تھا: ؎ ”شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے“ کہ کہاں پکڑا جانا تھا مجھے، لوگوں کو کیا پتا لگتا کہ میرے دل میں کیا باتیں ہیں لیکن جو شعروں کا انتخاب میرا نظر آ گیا ہے لوگوں کو اس نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔ وہ معصوم زمانہ تھا یہ حال تھا لیکن ان شعروں میں بھی وہ نوجوان اتنی لذت پاتے تھے اور شعر ان کے ذوق کی تعمیر بھی کیا کرتے تھے کہ اس کے نتیجے میں سلجھی ہوئی نسلیں پیدا ہوئی ہیں۔ پھر وہی ذوق تھا جو تبدیل ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار سے لذت حاصل

کرنے کی صلاحیت پیدا کر گیا۔ اگر ادبی ذوق ہی نہیں ہے تو آپ اس کو دوسری طرف اسی قسم کی چیز میں منتقل کر نہیں سکتے۔ جن کو شعر وشاعری کا شوق ہے وہی پھر آخر اعلیٰ درجہ کے لطیف مضامین کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے کلام سے لذت یابی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ بچپن میں ہم بہت سے ایسے نوجوانوں کو جانتے تھے جن کا ابتدائی ذوق صرف دنیاوی شاعروں کے کلام تک محدود تھا لیکن رفتہ رفتہ پھر وہ دینی مضامین کی طرف منتقل ہو گیا، پھر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے شیدائی ہو گئے، آپ کے غلام کے عاشق بن گئے اور رفتہ رفتہ ان کی کیفیت بدلنی شروع ہوئی۔

تو سوال یہ ہے کہ وہ چیزیں جو اس زمانے میں جرم دکھائی دیتی تھیں درحقیقت وہ جرم نہیں تھی بلکہ انسانی فطرت کے ساتھ ایک تعلق رکھنے والی ایسی باتیں تھیں جن کو ہم جدا نہیں کر سکتے۔ ادب لطیف جس کو کہتے ہیں۔ اس کے لئے انسانی فطرت میں خدا نے ایک طلب رکھ دی ہے۔ اگر اس طلب کو آپ پورا نہیں کریں گے اور رستہ بند کریں گے تو پھر یہ کسی اور رخ کو اختیار کرے گی کوئی اور رستہ اپنا بنائے گی جو اس سے بدتر ہوگا۔ اس لئے ایک طریق مثلاً یہ بھی ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ سختی اور تشدد سے فلمی گانوں کے رجحان کو بند کریں آپ اچھے شعراء کا کلام جو نہایت اعلیٰ درجہ کا، طبیعتوں پر اثر کرنے والا کلام ہے اس کو بغیر میوزک کے اچھے گانے والوں سے پڑھوا کر ان کے کیسٹس مہیا کریں اور وہ جو بیچارے کیسٹس بیچنے والے ہیں ان کی روزی کا بھی خیال کریں ان کو آپ یہ کہہ کر کس طرح گانوں کی فلمیں بیچنے سے روک سکتے ہیں کہ بہت بری بات ہے۔ آپ کے لئے تو بری بات ہے اس نے تو اس سے روٹی بھی کمانی ہے بیچارے نے اس لئے اس کا بھی متبادل انتظام ضروری ہے۔

اس ذوق کی تسکین کرنے کے لئے کوئی اچھی چیز ہو جو اس برے ذوق سے لوگوں کو روک سکے۔ تو ایسے ایسے اچھے کلام ہیں کلاسیکل اگر نہیں تو ہمارے موجودہ زمانے میں بھی بڑے بڑے اچھے شعراء پیدا ہوئے ہیں مثلاً فیض احمد فیض ہے، احمد فراز ہیں، احمد ندیم قاسمی بھی بہت اچھا کہنے والے ہیں۔ ان کی مختلف قسم کی نظمیں ہیں۔ کچھ معاشرتی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے انہوں نے نظمیں ایسی کہیں ہیں جو بظاہر عشق کی باتوں سے شروع ہوتی ہیں بالآخر وہ معاشرتی برائیوں کے تجزیہ پر جا کر ختم ہوتی ہیں اور بڑا ابا اثر کلام ہے۔ محمد دین تاثیر ہوا کرتے تھے ان کا بہت اعلیٰ درجہ کا کلام تھا، بہت اچھی اچھی

نظمیں ہیں اور اس دور کے شعراء میں بالعموم آپ یہ دیکھیں گے کہ محبت اور عشق کی باتیں سمو دی گئیں ہیں معاشرتی حالات کے ساتھ اور کسی نہ کسی رنگ میں اصلاحی اثر رکھتے ہیں۔ تو ان کی نظمیں ہیں ان کی ریکارڈنگ کر کے اگر مہیا کریں اور نوجوانوں میں یہ شوق پیدا کریں کہ فلمی گانوں کی بجائے ان کی طرف متوجہ ہوں اور اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جن کی تفصیل میں جانے کا یہاں وقت نہیں ہے لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ تعمیری کام ہیں۔ **تخریب کو آپ تخریب کے ذریعے ختم نہیں کر سکتے۔ تخریب کو تعمیری پروگراموں کے ذریعے آپ ختم کر سکتے ہیں۔**

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو اچھی آواز میں بھروا کر اس کو بھی عام مہیا کرنا، ایسی ادبی مجالس بنانا جہاں ان نوجوانوں کو بلایا جائے۔ بجائے اس کے یہ ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر وقت ضائع کریں ان کو وہاں اگر چائے بھی مہیا کر دی جائے تو شوق سے آئیں گے۔ وہاں ان کے اندر علم و ادب کی مجالس کا ذوق پیدا کیا جائے۔ رفتہ رفتہ دین کی طرف متوجہ کیا جائے۔

پھر جہاں تک وڈیوز کا تعلق ہے آپ جانتے ہیں کہ مغرب میں ایسی اعلیٰ درجہ کی سائنسی اور معلوماتی وڈیوز مہیا ہوتی ہیں کہ جن کو دیکھ کر یہ محسوس نہیں ہوتا ہے کہ انسان کچھ پڑھائی کر رہا ہے یا محنت کر رہا ہے بلکہ علم اس طرح آپ کے دل میں داخل ہو رہا ہوتا ہے جیسے آپ ایک پیاسے آدمی کو کوئی بہت ہی اچھا، ٹھنڈا، میٹھا مشروب ملتا ہو۔ اس کے ساتھ انہوں نے لذت شامل کر دی ہے۔ ان قوموں کی جو خرابیاں ہیں ان خرابیوں سے بھی بعض دفعہ حسن پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے آہستہ آہستہ اپنے آپ کو عیاشی کا عادی بنالیا ہے۔ اس لئے یہ راز سمجھ گئے ہیں کہ جب تک کسی چیز میں لذت نہ ہو اس وقت تک ہمارے نوجوان اس کو حاصل نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے علم کو بھی سجا کر پیش کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ اوپن یونیورسٹی کے پروگرام آپ دیکھیں وہ سارے پروگرام ویسے تعلیمی اور تدریسی ہیں مگر نہایت دلچسپ اور سوائے اس کے وقت کی مجبوری ہو ایک دفعہ انسان اس کو شروع کر دے تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ تو ربوہ کو یا پاکستان کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدیوں کو ان کی طرف کیوں مائل نہیں کرتے۔ نظام جماعت کا کام ہے ایسی چیزیں باہر سے منگوائے ساری دنیا میں جماعت موجود ہے۔ اگر جاپان میں مہیا ہوتی ہے تو اس کے ترجمے کروا کر ڈبنگ کروائی جائے اور اچھی اچھی وڈیو ایسی مہیا کی جائیں جو کرائے پر لیتے ہیں آپ مفت نہیں دے سکتے تو کم

کرائے پر ان کو دے سکتے ہیں۔ یا ایسے مراکز قائم کر سکتے ہیں جہاں کئی کئی گھنٹے روزانہ شام کو یا دوپہر کو یا چھٹیوں میں دن بھر ایسے پروگرام چل رہے ہوں اور نوجوان آئیں اور بغیر کسی خرچ کے آکر بیٹھ کر ان سے لذت یاب ہوں۔ وہاں ایسے اساتذہ بھی ہوں جو سمجھائیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مثلاً یہ جو فلمیں ہیں سمندر کی زندگی کی اور پرندوں کی زندگی، حیوانات کی مختلف شکلیں، ایکوسسٹم ہے دنیا میں وہ کس طرح چل رہا ہے۔ کائنات کیا چیز ہے۔ ان سب امور پر اتنی دلچسپ ویڈیوز موجود ہیں کہ اگر آپ یہ جائزہ لیں تو آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ علمی ویڈیوز جو پاپ میوزک کی ویڈیوز ہیں ان سے زیادہ دنیا میں فروخت ہوئی ہیں۔ اب کارل ساگون ہیں انہوں نے Universe کے اوپر فلمیں بنائی تھیں اور یہ نوبیل لارئیٹ ایک بڑے بھاری سائنسدان ہیں ان کی مدد سے کسی ویڈیو کمپنی نے ویڈیوز بنائیں اور انہوں نے بیسٹ سروس کا ساری دنیا کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اس لئے نہیں کہ لوگوں کو علم کا شوق تھا زیادہ، اس لئے کہ نہایت ہی دلچسپ طریق پر وہ معلومات پیش کی گئیں تھی اور دیکھتے دیکھتے وہ کارل ساگون بھی لکھو کھہا ڈالر یا شاید اس سے بھی زیادہ کما گئے ان کا خفیف سا حصہ تھا اس میں۔

تو عقل سے کام لینا چاہئے۔ لذت پانے کی خواہش کو کچل کر کس طرح آپ بدیوں کو دور کر سکتے ہیں آپ نہیں کر سکتے **یہ خدا سے ٹکرانے والی بات ہے۔ خدا نے فطرت میں جو تمنائیں پیدا کی ہیں کوئی دنیا کی طاقت ان کو کچل نہیں سکتی، کوئی ان کو جڑوں سے اکھیڑ کے نہیں پھینک سکتی۔ ان تمناؤں کا رخ بدلا جا سکتا ہے، ان تمناؤں کا ذوق تبدیل کیا جا سکتا ہے،** بہتر ذوق ان کو عطا کیا جا سکتا ہے۔ پس جب آپ بہتر ذوق عطا کرتے ہیں تو اس کے لئے جو لوازمات ہیں وہ پورے کرنے ہوں گے۔

تو ایسی علمی مجالس کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ پرانے زمانے میں مجالس ارشاد ہوا کرتی تھیں قادیان میں اور بڑے ذوق شوق کے ساتھ لوگ، مسجد مبارک میں ہوتی تھیں تو سارے اردگرد کے محلوں سے اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں ہوتی تھی تو وہاں بڑے جوش سے ذوق کے ساتھ لوگ جایا کرتے تھے اور وہاں صرف دلچسپ معلوماتی تقریریں یا نظمیں وغیرہ پڑھی جاتی تھیں۔ آج اگر جلسوں پر لوگوں کو آپ بلائیں تو لوگ حاضر ہی نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہ ذوق تھا کہ ان چیزوں سے لوگ لذت حاصل کر سکتے تھے۔ اب وہ ذوق مٹ چکے ہیں اور Crude ہو گئے ہیں یعنی ان کی سطح نیچی ہو گئی ہے، زمین کے قریب تر ہو گئے ہیں بجائے آسمان کی طرف بلند ہونے کے۔

اس پہلو سے اور بھی بہت سے پروگرام ہیں مگر وقت کی رعائت سے میں ان کی تفاصیل آپ کے سامنے نہیں رکھنا چاہتا لیکن انشاء اللہ تعالیٰ انتظامیہ کو ایسی ہدایتیں جاری کی جائیں گی۔

آخری بات پھر میں یہی کہوں گا کہ **دل گداختہ پیدا کئے بغیر وہ دل جو غیر کی تکلیف محسوس کرتا ہے اس کے بغیر آپ معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے** اور یہ دل گداختہ اپنوں اور غیروں میں فرق نہیں کیا کرتا۔ آپ صرف اپنوں کے لئے دل میں ان باتوں کا دکھ محسوس نہ کریں بلکہ غیروں کے لئے بھی کریں۔ ان نوجوانوں کو جن کی آپ اصلاح کرتے ہیں ان کو ساتھ لے کر کبھی نکلیں اور دوسرے سوسائٹی کے دکھوں یا حصوں کو جا کر ان کو نظارہ کروائیں، ان کی خدمت کا جذبہ ان کے اندر پیدا کریں۔ یہ بھی ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی لذت ہے۔ جس کو یہ ذوق عطا ہو جائے وہ بعض دفعہ باقی سب لذتوں سے بے نیاز ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے بڑی حکمت کے ساتھ رفتہ رفتہ آگے قدم بڑھانے پڑیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آئندہ احمدیت کا مستقبل ہیں۔ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ کر ضائع نہ کریں۔ ان کو غم اور دکھ کی نگاہ سے دیکھیں، ان کو پیار کی نظر سے دیکھیں، ان کو اپنے ساتھ لگانے کی کوشش کریں۔ پھر وہ لوگ جوان کو اڈے مہیا کرتے ہیں ان سے ملیں ان کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سمجھائیں، ان کو بتائیں کہ تم یہ ٹھیک نہیں کر رہے۔ ان کے بگڑے ہوئے مزاجوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو بجائے اس کے کہ ان کے بگڑے ہوئے مزاجوں کو بدتر کرنے میں ان کی مدد کرو۔

پس یہ سارے امور ایسے ہیں جن کے متعلق مجھے یقین ہے کہ جماعت احمدیہ بنیادی طور پر صلاحیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ اس لئے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں خدا کی خاطر کرتے ہیں اور جب ہماری نیتیں خدا کی خاطر ہیں ہم واقعۃً نیکی کو پنپتا دیکھنا چاہتے ہیں، اس کو بڑھانا چاہتے ہیں، اس کو نشو ونما دینا چاہتے ہیں اور نیتیں ہماری صاف ہیں تو پھر دعا کے ذریعے حکمت کے ذریعے، صبر کے ذریعے اگر ہم آگے بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اس کی ضروری توفیق ملے گی۔ میں نے بار بار ربوہ کے حوالے دئے ہیں اس وجہ سے کہ **ربوہ کی دوری کی وجہ سے مجھے شدید فکر رہتی ہے کہ ربوہ میں کیا ہو رہا ہے۔** اس لئے کہ **اگر چہ مرکز فی الحقیقت تو خلیفہ وقت کے ساتھ ہی گھومتا ہے لیکن جو انتظامیہ مرکز ہے وہ بہر حال ربوہ میں ہے۔** ربوہ کے اوپر اگر خدانخواستہ برائیوں نے حملہ کر دیا اور وہاں کی ہماری نوجوان نسلیں خراب ہوئیں تو اس کا ساری دنیا کی احمدی جماعتوں پر برا اثر پڑے

گا۔اس لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے یہ مقام خاص طور پر بار بار میں نے اس کا ذکر اس لئے کیا مگر یہ مراد نہیں ہے کہ انگلستان کی جماعت ان برائیوں سے محفوظ ہے یا جرمنی کی جماعت ان برائیوں سے محفوظ ہے یا امریکہ کی جماعت ان برائیوں سے محفوظ ہے۔ وہاں یہ برائیاں جتنی ربوہ میں پائی جاتی ہیں اس سے زیادہ پائی جاتی ہیں لیکن اگر ربوہ والی برائیاں صرف یہاں پائی جائیں تو آپ کو برائی دکھائی نہیں دے گی کیونکہ آپ دوسرے معاشرے میں رہ رہے ہیں۔ یہاں آپ سمجھیں گے بڑے شریف نوجوان ہیں وہ صرف گانے سننے باہر نہیں نکلتا، ڈانس کرنے نہیں جاتا، شراب نہیں پیتا وہ اور کئی قسم کے بدکام نہیں کررہا، ڈرگ کا عادی نہیں ہے۔تو آپ تو اس کو ایک بڑا متقی اور بزرگ سمجھ رہے ہوں گے جس بیچارے کو وہاں نہایت ہی ذلیل اور رسوا اور گندہ انسان سمجھا جاتا ہے۔تو معاشرے کے فرق کے ساتھ برائیوں کے تصور بھی بدل جاتے ہیں آپ کو اور قسم کے خطرات ہیں، امریکہ کو اور قسم کے خطرات ہیں۔ ہر ملک میں یہ خطرات بہر حال ہیں۔پس ساری دنیا کی جماعتوں کی انتظامیہ کو ان خطرات کا تجزیہ کر کے حسب حال مناسب کارروائیوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

ان سارے امور کے ساتھ دعا کو ہمیشہ یادرکھیں میں پھر بھی یاد کراؤں گا خصوصیت سے اس کا ذکر آخر پہ کروں گا لیکن یہ یادرکھیں کہ ہماری کوئی کوشش بھی برکت حاصل نہیں کرسکتی جب تک دعا کے ذریعے ہم ان کوششوں کو سیراب نہ کریں۔ ہماری کوششیں شجرہ طیبہ ہیں اور ہر درخت پانی کا محتاج ہوا کرتا ہے۔شجرۂ طیبہ خصوصیت کے ساتھ آسمانی پانی کا محتاج ہوتا ہے جو دعا کے ذریعے میسر آیا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس عظیم جدوجہد کا ہم حق ادا کرسکیں۔ابھی ہمیں بہت محنت کرنے کی ضرورت ہے میں آئندہ خطبہ میں تو نہیں اگلے آئندہ خطبہ میں تو تحریک جدید کا ذکر ہوگا خصوصیت کے ساتھ اس کے بعد انشاء اللہ حسب توفیق اس مضمون کو آگے بڑھا کر آپ کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ اگلی صدی جس میں ہم نے داخل ہونا ہے اس میں دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں اور کام ہم نے بہت زیادہ کرنے ہیں۔ بہت سی ایسی برائیاں ہیں جو ابھی تک ہمارے ساتھ چمٹی ہوئی ہیں، ان کو جسم سے اتار پھینکے بغیر، اپنے آپ کو ہلکا کئے بغیر، صاف ستھرا اور پاکیزہ بنائے بغیر اگر ہم اگلی صدی میں داخل ہوں گے تو پھر اگلی صدی کے پرلے کنارے پر جو برائیاں ظاہر ہوں گی آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس عظیم کام کا حق ادا کرسکیں۔

نمازیں جمع ہوں گی اور جب تک سردیوں کے اوقات ہیں جن میں جمعہ کے وقت کا اختتام عصر سے مل جاتا ہے اس وقت تک جمعہ کے ساتھ حسب سابق نماز عصر جمع ہوا کرے گی بار بار اس کے اعلان کی ضرورت نہیں۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوگا پھر میں دوبارہ اعلان کردوں گا کہ اب عصر کی نماز آئندہ سے جمعہ سے الگ ہوا کرے گی۔